

تین سوالات

سخاوت کا انڈکس (World Giving Index) ایک مستند سالانہ تجزیاتی رپورٹ ہے۔ اسے Aid Foundation نام کا ایک ادارہ مکمل تحقیق کے بعد شائع کرتا ہے۔ فاؤنڈیشن سارا سال صرف یہی کام کرتی ہے کہ دنیا کے کون سے ممالک ایسے ہیں جہاں کے عوام پسے ہوئے طبقے کی مدد کرتے ہیں۔ تنظیم مکمل طور پر غیر سیاسی ہے۔ کسی قسم کے تعصب سے بالآخر ہو کر فاؤنڈیشن سائنسی بنیادوں پر مختلف ممالک کے سماجی رویوں کو پرکھتی ہے۔ جائزہ لیتی ہے اور پھر ایک تجزیہ شائع کرتی ہے جو پوری دنیا کے سامنے معاشروں کی داخلی کیفیت اور اسکے رجہنات کی عکاسی کرتا ہے۔ یہ کام کوئی ایک دولتوں کی سطح پر نہیں کیا جاتا۔ بلکہ دنیا میں ایک سوچا لیس ممالک میں باقاعدہ سروے ہوتا ہے۔ ان ممالک کی مجموعی آبادی پانچ ارب بنتی ہے۔ یعنی یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ اس تنظیم نے چند لوگوں سے سوالات پوچھے اور پھر سرسری سی رپورٹ شائع کر دی۔ طے کردہ طریقہ کاری ہے کہ شہری اور دیہاتی علاقوں میں یکساں طریقے سے کام ہوتا ہے۔ سروے صرف بڑے علاقوں تک محدود نہیں رہتا۔ بلکہ دیہاتی علاقوں کو بھی اتنی ہی اہمیت دی جاتی ہے، جتنی شہری علاقوں کو۔

اس فاؤنڈیشن کے سوالات حد درجہ آسان ہوتے ہیں۔ پندرہ برس کی عمر سے لیکر بزرگ لوگوں تک، سب سے ایک طرح کے سوالات پوچھے جاتے ہیں۔ Gallup World Poll کا ڈیٹا استعمال کیا جاتا ہے۔ ہر ملک میں کم از کم ایک ہزار لوگوں کو بطور سیپل پوچھا جاتا ہے۔ بڑے ممالک جیسے چین اور روس میں اس تعداد کو دو گنا کر دیا جاتا ہے۔ چھوٹی آبادی پر مشتمل ممالک میں یہ تعداد پانچ سو تک محدود ہوتی ہے۔ ہاں ایک اہم بات، سروے کرنے والے لوگ قطعاً ان علاقوں میں نہیں جاتے جہاں انکی جان کو خطرہ ہو یا ایسے علاقے جہاں پہنچنا ممکن نہ ہو۔ جیسے اگر عراق، شام یا لیبیا جانا ہو تو ان علاقوں میں اپنا شاف نہیں بھجواتے۔ جہاں جنگ، خون ریزی اور قتل عام جاری ہے۔ ویسے جہاں قتل و غارت ہو رہی ہو، وہاں کی مقامی آبادی کا ریخیر یا غریب لوگوں کی کیا مدد کریگی۔ وہاں تو پہلا سوال ہی اپنی جان بچانے کا ہوگا۔ یہ ایک فطری بات ہے۔ انسان سب سے پہلے جان محفوظ کرنے کے عمل کو ترجیح دیتا ہے۔ یہ ادارہ لوگوں سے فون پر اور ملکر سوالات کے جواب پوچھتا ہے۔ یہ سوالات صرف تین ہیں مگر ان تینوں کا جواب انسان کے دوسروں کی مدد کرنے کی بنیاد پر ہے۔ پہلا سوال یہ ہوتا ہے کہ کیا آپ نے گزشتہ تیس دنوں میں کسی اجنبی کی مدد کی ہے۔ ایک ایسا شخص جسے بالکل نہ جانتے ہوں مگر اسے مدد کی ضرورت ہو۔ دوسرا سوال بھی حد درجہ سادہ ہے کہ کیا آپ نے کسی مسکین کی مالی مدد کی ہے۔ دوسرا لفظوں میں یہ سوال انسان کی عادات کے متعلق ہے کہ اس نے دوسروں کیلئے اپنی دولت میں سے کتنا حصہ خرچ کیا ہے۔ تیسرا سوال کا دولت اور پیسے سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ حد درجہ آسان سوال ہے کہ لوگوں کی خدمت کیلئے اپنا کتنا وقت صرف کیا ہے۔ یعنی کسی بھی ادارے میں جو مستحق لوگوں کی خدمت کرتا ہے۔ اس میں آپ نے اپنا کتنا "وقت" صرف کیا ہے۔ اگر آپ ان سوالات کی جڑ کو دیکھیں تو ایک عنصر بالکل یکساں ہے۔ وہ ہے ان لوگوں کی مدد جنکو آپ نہ جانتے ہوں۔ جن سے آپ کا کوئی تعلق نہ ہو اور آپ نیک جذبے سے کاریخر میں وقت اور پیسے صرف

کریں۔ اسکا ایک اور پہلو بھی ہے کہ آپ کسی کی عزتِ نفس مجروح تو نہیں کر رہے۔ ہمارے ہاں تو مقتضاد سارو یہ ہے۔ اخبارات میں باقاعدہ تصویریں چھپوائیں جاتی ہیں، مضامین لکھوائے جاتے ہیں کہ ہمارے ادارے نے اتنے غریب خاندانوں کی فلاں مدد کی۔ بد تہذیبی کی انہتا تو یہ ہے کہ مختلف اشیاء کی مکمل تفصیل بتائی جاتی ہے کہ آج ہم نے اتنے معدول لوگوں کو سائیکلیں مہیا کیں، اتنا آٹا دیا، اتنے پیے دیے۔ ہمارے جیسے ادنیٰ معاشرہ میں اکثر سماجی ادارے اپنی نیکی کو اشتہار بنا کر پیش کرتے ہیں اور پھر اس سے اپنے مطلب کے نتائج حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

بات روپورٹ کی ہو رہی تھی۔ ان تین سوالات کے جوابات کو ترتیب دیکر ملکوں کی فہرست بنائی جاتی ہے کہ کون سے ملک میں دوسروں کی مدد کرنے کا رجہ ان دوسروں سے زیادہ ہے۔ اس فہرست کو World Giving Index Ratings کا نام دیا گیا ہے۔ یہ فہرست آپ آسانی سے گوگل پر تلاش کر سکتے ہیں۔ 2018ء میں شائع ہونے والی اس فہرست میں انڈونیشیا سب سے اول نمبر پر ہے۔ آسٹریلیا، نیوزی لینڈ، امریکہ، آئرلینڈ، یوکے، سنگاپور اور کینیا اسی ترتیب سے دوسرے تیسرے اور دیگر درجوں پر ہیں۔ انڈونیشیا میں خیرات کرنے کا انڈیکس پوری دنیا سے زیادہ ہے۔ یہ 78 فیصد ہے۔ جبکہ یہی انڈیکس آسٹریلیا یعنی دوسرے نمبر پر آنے والے ملک میں 71 فیصد ہے۔ نیک کاموں کیلئے وقت نکالنے میں انڈونیشیا کے پاس 53 فیصد نمبر ہیں۔ پوری دنیا میں کوئی ملک اسکا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ مگر جنوبی کی مدد کرنے میں یہ ملک قدرے پچھے ہیں۔ اس میں لاہور یا اور سراون سر فہرست ہیں۔ وہاں کا شرح تناسب اسی فیصد ہے۔ ترقی یافتہ ممالک، دوسروں کی امداد کرنے میں ترقی پذیر ممالک سے بہت آگے ہیں۔ بلکہ کچھ ترقی پذیر ملکوں میں دوسروں کی مدد کرنے کا رجہ ان پہلے سے بھی کم ہو رہا ہے۔ انکے معاشرے نفاسنگی اور مار دھاڑ کا شکار ہیں۔ ایک اجتماعی رجہ ان بھی سامنے آیا ہے کہ ضروری نہیں کہ دولت مند ملک ہی دوسروں کی مدد کر رہے ہوں۔ میا میر جیسا ملک، پچھلے کئی برسوں سے اس فہرست میں امتیازی حیثیت میں رہا ہے۔ ایک حیرت انگیز اندازہ جو اس روپورٹ نے ثابت کیا ہے کہ پچاس برس سے اوپر کے انسان بہت کم خیرات کرتے ہیں۔ پندرہ برس سے لیکر انیس برس کے نوجوان لوگ اس کا خیر میں سب سے آگے ہیں۔ یعنیہ یہی روایہ، اچھے اور نیک کاموں کیلئے وقت نکالنے کا ہے۔ پچاس برس کے بوڑھے لوگ اپنا وقت دوسروں کیلئے اتنا صرف نہیں کرتے، جتنا نوجوان انسان کرتے ہیں۔ وہی عمر یعنی پندرہ سے انیس برس کی عمر کے انسان، دوسروں کیلئے سب سے زیادہ وقت نکالتے ہیں۔

روپورٹ کے بلا تعصب تجزیے نے مجھے ایک عجیب سی مشکل میں ڈال دیا ہے۔ ہمیشہ بتایا گیا ہے۔ بلکہ اخبارات میں لکھا بھی گیا ہے کہ پاکستان دنیا میں خیرات اور امداد کرنے والے ملکوں میں سر فہرست ہے۔ اکثر جگہ تو یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ اول نمبر پر ہے۔ ویسے یہ تو مجھے اندازہ ہے کہ پاکستانی لوگ ایک دوسرے کی کافی مدد کرتے ہیں۔ مگر world giving index کے مطابق ہمارا ملک پہلے پچاس میں بھی شامل نہیں ہے۔ ہم اکانوے نمبر پر ہیں۔ ہمارے سے نیچے بھی کئی ممالک ہیں۔ جیسے الجیریا، ایتھوپیا، پولینڈ اور یمن وغیرہ۔ ہم مجموعی فہرست میں کافی نیچے ہیں۔ ہمارا مجموعی سکو صرف اٹھائیں فیصد ہے۔ یہی سکو رمودم بیق جیسے ملک میں انیس فیصد ہے۔ کوئی دل شکنی نہیں کرنا چاہتا۔ مجھے اس فہرست کو پڑھ کر کوئی تعجب نہیں ہوا۔ جس فاؤنڈیشن نے یہ درجہ بندی کی ہے اسے ہم سے

کوئی دشمنی نہیں اور انڈونیشیا سے کوئی محبت نہیں۔ اس نے تو صرف تین سوالات کیے ہیں اور تحقیقی بیانیاں پر ایک سوچالیس ملکوں کو مختلف نمبر دیے ہیں۔ عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم اس فاؤنڈیشن پر یہ الزام نہیں لگاسکتے کہ انہوں نے کسی دشمن ملک کے کہنے پر ہمیں کم نمبر دیے ہیں۔ دراصل ہمارا سماج جس منفی رویے کا شکار ہے، اسے کسی بھی سطح پر نظر انداز کرنا ممکن ہے۔ لوٹ کھسوٹ، جھوٹ، ریا کاری، فریب اور دھوکہ دہی میں ہمارا موجودہ دنیا میں کوئی ثانی نہیں۔ شائد کچھ بد قسمت معاشرے ہم سے نچلے درجہ پر ہوں۔ اپنے ارگردوں کے سماجی رجہات کا جائزہ لیں تو آپکو ثابت عناصر کم نظر آئیں گے۔ کسی تحقیقاتی رپورٹ کی ضرورت نہیں۔ ہمارے رویے خود اپنے اوپر معاشرتی منفی دلیل ہیں۔ بلا خوف تردید عرض کر رہا ہوں، کہ جتنی کرتگی، ظلم اور ناصافی ہمارے خطے میں موجود ہے۔ ترقی یافتہ ممالک میں اسکا تصور بھی ناممکن ہے۔ ہمیشہ سے لکھتا آ رہا ہوں کہ ہمیں انسانی درجہ سے کم تر درجے پر صرف سانس لیںے کی اجازت ہے۔

چلیے، یہ رپورٹ یہودو ہندو کی سازش ہی سہی۔ اپنے آپ سے یہی تین سوالات کیجئے۔ کسی سے بات نہ کریں۔ جواب خود ایمانداری سے درج کر لیں اور معاشرے کی نہیں انسانیت کی خدمت کیلئے اپنی درجہ بندی خود ہی کر لیجئے۔ ہو سکتا ہے کہ ایمانداری سے جواب دینے پر ہم اپنے آپکو سچ کے آئینے کے سامنے دیکھ پائیں۔ آپ کتنے اجنبی انسانوں کی مدد کرتے ہیں۔ چوک میں کھڑے ہوئے فقیروں کی بات نہیں کر رہا۔ اس معاشرے میں ترقی کی دوڑ میں پیچھے رہ جانے والے لوگوں کی بات عرض کر رہا ہوں، جنہیں آپ بالکل نہیں جانتے۔ اکثریت کا جواب صفر ہو گا، منفی یا تھوڑا اسaba بہتر۔ دوسرا سوال بھی اپنے آپ سے کیجئے۔ اپنے وسائل میں سے کتنے فیصد مفلوک الحال لوگوں پر صرف کرتے ہیں۔ ایک فیصد، دو فیصد یا شائد پانچ فیصد۔ کیا یہاں کوئی وارن بوف یا بل گیٹس دیکھا ہے جو اپنی جائیداد کا اسی یانوے فیصد عام لوگوں کی بھلانی کیلئے مختص کر دے۔ تیسرا سوال ابھی موجود ہے۔ لوگوں کی عملی مدد کیلئے کتنا وقت صرف کیا ہے۔ کم از کم میرا جواب تو اپنے متعلق صفر ہے۔ میں کبھی کسی غریب بستی میں جا کر اسے صاف نہیں کرتا۔ کسی سرکاری سکول میں جا کر بچوں کو مفت نہیں پڑھاتا۔ معذور لوگوں کی خدمت کیلئے وقت نہیں نکالتا۔ ہو سکتا ہے کہ آپ یہ سارے کام بہت زیادہ کرتے ہوں۔ مگر عملی ثبوت تو سامنے نہیں آ رہے۔ ہمیں تو ٹرین مارچ، سونامی مارچ، ملین مارچ، ”آزادی مارچ“ اور ہر طرح کی مارچ کے نام پر اصل مسائل سے گریزاں کرنے کا فن سکھا دیا گیا ہے۔ ہر چیز صرف اور صرف سیاست ہے۔ ہر ایک پارٹی کے اپنے دنیاوی خدا ہیں۔ وہ خدا جنکی ”شیلف لائف“ چند مہینے یا چند سال ہے۔ سب اعتراضات چھوڑ دیجئے۔ اپنے آپ سے یہی تین سوالات کیجئے۔ شائد آپکا جواب حد درجہ بہترین ہو۔ مگر میرے پاس تو کوئی ثابت جواب نہیں ہے!

رأو منظر حیات